واقعہ کربلا اور غزوۂ قسطنطنیہ کی امارت کا مسئلہ

تحریر: مولانا عبدالرحمن عزیز الہ آبادی خطیب جامع مسجد اہلحدیث [illegible] خانوالہ، [illegible]

سانحہ کربلا کے سلسلہ میں امت جس افتراق وانتشار کا شکار اور جس افراط وتفریط میں مبتلا ہے۔
یہ تحریر ایک معتدل، متوازن اور مدلل رائے اختیار کرنے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

۱۔ حضرت حسنؓ کی حضرت امیر معاویہؓ سے مصالحت اور بیعت اور کوفیوں کی حضرت حسینؓ کو ورغلانے کی کوشش

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب اپنے حواریوں سے تنگ آکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر کے بیعت خلافت کی تو سبائیوں کو انتہائی ناگوار گزرا، ان کی برابر کوشش یہی تھی کہ صلح نہ ہونے پائے چنانچہ سبائی لیڈر حجر بن عدی نے حضرت حسنؓ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو حضرت حسنؓ نے اسے بڑی سختی سے ڈانٹا تو اس نے حضرت حسینؓ سے رابطہ کیا تو حضرت حسینؓ نے فرمایا "انا قد بایعنا وعاهدنا ولا سبيل الى نقض بيعتنا" (اخبار الطوال: ۲۳۴) "بے شک ہم نے (حضرت امیر معاویہ) کی بیعت کی ہے اور ان سے معاہدہ کر لیا ہے۔ اب ہم اپنی بیعت کو توڑنے کی کوئی راہ نہیں پاتے"

نیز الامامۃ والسیاسۃ کے مولف نے لکھا ہے:

"حضرت حسین نے کوفی لیڈر سلیمان بن صرد کو یہ جواب دیا تھا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں خاموشی سے بیٹھا رہے جب تک حضرت امیر معاویہؓ زندہ ہیں کیونکہ واللہ میں نے اس کی بالکراہت بیعت کی ہے"۔

حضرت حسنؓ کی وفات کی خبر سن کر کوفیوں نے پھر حضرت حسینؓ کو ورغلانے کی کوشش کی اور جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب نے حضرت حسینؓ کو خط لکھا جس میں مرقوم تھا:

"فان كنت تحب ان تطلب هذا الامر فاقدم علينا فقد وطئنا انفسنا معك" (اخبار الطوال: ۲۳۴)

ترجمہ: "اگر آپ کو خلافت کی طلب ہے۔ تو ہمارے ہاں تشریف لائیے، ہم نے اپنی جانوں کو آپ کے ساتھ مرنے پر وقف کر دیا ہے"

تو حضرت حسینؓ نے جواباً لکھا:

"تم اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو جب تک حضرت امیر معاویہؓ زندہ ہیں کوئی حرکت نہ کرو، جب ان کا وقت آگیا اور میں زندہ رہا تو اپنی رائے سے مطلع کر دوں گا"۔ (ایضاً)

۲۔ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات اور امیر یزید کی تخت نشینی

چنانچہ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو حضرت امیر معاویہؓ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور امیر یزید تخت نشین ہوا تو گورنر مدینہ حضرت ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے مہلت مانگی، جونہی مہلت ملی، دونوں نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا، راستہ میں ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا کیا خبر ہے؟ تو حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے کہا کہ "**موت معاويةؓ وبيعة يزيد**" تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا:

"**اتقيا الله ولا تفرقا جماعة المسلمين**" "تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو"

(طبری: ۶/ ۱۹۱)

لیکن حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ واپس نہ ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ چلے گئے اور حضرت ولید بن

عقبہ کے پاس جاکر بیعت کی اور تادم آخر اسی پر قائم رہے(۱)(طبری :۱۶۶)

نوٹ :- یہی مضمون بتغیر الفاظ تاریخ ابن خلدون (۵ /۷۱) کتابِ ثانی، تاریخِ اسلام از صادق حسین،(۲۰۲ تاریخ امیہ، ص ۳۶ پر موجود ہے

طالبِ تفصیل کو کتبِ مذکورہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۳۔ اہلِ کوفہ کے خطوط اور حضرت مسلمؒ بن عقیل کی سوئے کوفہ روانگی

جب اہلِ کوفہ کو آپؓ کے مکہ مکرمہ تشریف لانے کا علم ہوا تو انہوں نے آپؓ کی خدمت میں قاصد اور خطوط بھیجے کہ نواحِ کوفہ لہلہا رہے ہیں، میوے پختہ ہو چکے ہیں، چشمے چھلک رہے ہیں، آپؓ کا جب دل چاہے، آیئے آپؓ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے۔ (جلاء العیون : ۵ /۴۳۱، طبری : ۲ /۱۷۷، شہیدِ انسانیت :۲۵۱)

اور آخری خطوط کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں کی جانب سے تھے۔ جن میں سے، سلیمان بن صرد، شیث بن ابی یزید، عزرہ بن قرن، عمر بن حجاج زیدی، عمر بن تمیمی، حبیب بن نجد، رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر قابلِ ذکر ہیں۔(جلاء العیون :باب ۵ /۴۳۰، طبری : ۲ /۱۷۷)اور خطوط کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز تھی(ناسخ التواریخ : ۳ /۱۳۱)

حضرت حسینؓ نے حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر کوفہ جانے کا پروگرام بنایا، مگر کوفہ کے حالات سے بے خبر تھے۔ آپؓ نے اپنے چچازاد برادر حضرت مسلم بن عقیلؒ کو روانہ کیا، تاکہ کوفہ کے حالات بچشم خود ملاحظہ فرما کر مطلع کریں جب مسلم بن عقیلؒ کوفہ پہنچے تو لوگوں نے حضرت حسینؓ کی خلافت کیلئے حضرت مسلمؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور قسمیں کھائیں کہ "اس کام میں ان کی مدد کی جائے گی۔ یہاں تک کہ اپنی جانوں اور مالوں سے بھی گریز نہیں کریں گے"

چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں : "فبايعوه على أمر الحسين وحلفوالينصرنه بأ نفسهم و أ موالهم" چنانچہ انہوں نے حضرت حسینؓ کی امارت کی بیعت کی اور قسمیں کھائیں کہ وہ لازماً اپنی جانوں اور مالوں سے انکی مدد کریں گے۔" (البدایہ والنھایہ : ۸ /۱۵۲)

۴۔ حضرت مسلمؒ بن عقیل کا خط

حضرت مسلمؒ بن عقیل نے حضرت حسینؓ کو لکھا : "قد بايعني من أهل الكوفة ثما نية عشر ألفاً فعجل الاقبال حين يأتيک كتابي فان الناس كلهم معک وليس لهم من آل معاوية رأى فلاهوى"

ترجمہ :-اہل کوفہ سے اٹھارہ ہزار اشخاص نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ لہذا جب میرا خط آپ کے پاس پہنچے تو جلدی آنے کی کوشش کیجئے کیونکہ اہل کوفہ کو آلِ معاویہؓ کے ساتھ کوئی سروکار نہیں" (طبری : ۴ /۲۲۱)

۵۔ اہلِ کوفہ کی بغاوت اور گورنرِ کوفہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی تقریر

جب گورنرِ کوفہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کو اہلِ کوفہ کی ان سرگرمیوں کا علم ہوا تو انھوں نے لوگوں کو اختلاف وفساد سے باز رکھنے کیلئے پُرجوش تقریر کی فرمایا: "کہ لوگو! فتنہ وفساد سے بچو، اتفاق واتحاد اور سنت کی پیروی کرو، جو مجھ سے نہ لڑے میں اس سے نہیں

(۱)امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ مدینہ والوں نے جب یزید کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی اولاد اور ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا : "میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ قیامت کے روز ہر غدار کے کیلئے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا اور ہم نے اللہ ورسول ﷺ کے حکم کے مطابق یزید کی بیعت کی ہے۔ اور میں اس سے بڑی اور کوئی غداری نہیں سمجھتا کہ ہم اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ایک آدمی کی بیعت کریں اور پھر اس سے لڑائی شروع کر دیں۔ اور جس آدمی نے بھی یزید کی بیعت کر کے توڑ دی، اسکا اور میرا فیصلہ ہو گا۔(صحیح بخاری : کتاب الفتن)

لڑوں گا لیکن............ "والله الذی لااله الا هو لئن فارقتم امامکم و نکثتم بیعته لأقاتلنکم مادام فی یدی سیفی قائمة" (البداية والنهاية:۸/۱۵۲)

ترجمہ : "اور اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر تم نے اپنے امام سے بغاوت کی، اور تم نے اسکی بیعت توڑ ڈالی، تو میں تم سے تب تک جنگ کروں گا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار موجود ہے" مگر حضرت نعمان بن بشیرؓ حالات پر قابو نہ پا سکے۔

۶۔ نئے گورنر کا تقرر

ان حالات کا جب یزید کو علم ہوا تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کے حالات درست کرنے کیلئے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی گورنری بھی سونپ دی۔ تو اس نے عہدے کا چارج لیتے ہی کوفہ کی جامع مسجد میں تقریر کی :

حمد و صلوۃ کے بعد امیر المومنین یزید (اللہ تعالیٰ انکی بہتری کرے) نے تمھارے شہر اور سرحدی حدود کا مجھے والی مقرر کیا ہے : "وأمرنی بانصاف مظلومکم و اعطاء محرومکم و بالاحسان الی سامعکم و مطیعکم و بالشدة علی مریبکم و عاصیکم،وأنا متبع فیکم أمره و منفذ فیکم عهده فأنا لمحسنکم و مطیعکم کالو الد البر وسوطی و سیفی علی من ترک أمری وخالف عهدی فلیتق امرأ علی نفسه..........الخ"

"اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے مظلوموں سے انصاف کروں اور محروموں کو عطا کروں، جو شخص بات سنے اور اطاعت کرے ۔ان پر احسان کروں اور جو دھوکہ باز، نافرمان ہو، اس پر سختی کروں، تم لوگوں کے معاملہ میں، میں ان کے فرمان کو نافذ کروں گا۔ تم میں سے جو اچھے کردار کا، مطیع و فرماں بردار ہے، میں اسکے ساتھ مہربان باپ کی طرح پیش آؤں گا، اور جو میرا کہنا نہ مانے اور میرے فرمان کی بجاآوری نہیں کرے گا، اس کے لیے میرا تازیانہ اور میری تلوار موجود ہے۔آدمی کو چاہیے کہ اپنی جان کی خیر منائے، بات چیت سچی ہو کر سامنے آئے تو پتہ چلتا ہے۔ محض دھمکی سے کچھ نہیں ہوتا" (طبری : ۶/ ۲۰۱)

۷۔ حضرت مسلمؓ کا قصرِ امارت پر حملہ

اسکے بعد ابن زیاد نے مسلم بن عقیلؓ کے میزبان ہانی بن عروہ کو گرفتار کر لیا۔ تو حضرت مسلمؓ نے ہانی کو قید سے چھڑانے اور ابن زیادہ کا قلع قمع کرنے کیلئے اپنے بیعت کنندگان کو جمع کیا اور فوجی قاعدہ کے مطابق ترتیب دیا۔ چنانچہ چالیس ہزار کا لشکر قصر امارت کی طرف بڑھا اور قصر شاہی کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیادہ گورنر کوفہ بمعہ رفقاء مجلس، ممتاز اہل کوفہ اور پولیس اہلکار (جن کی تعداد دو صد کے قریب تھی) محصور ہو گئے۔(اخبار الطوال : ۳۵۲)

انہی راویوں کا بیان ہے کہ ابن زیاد کی فرمائش پر اشرافِ اہلِ کوفہ نے (جو قصر شاہی میں موجود تھے) اپنے ساتھیوں کو (جو حضرت مسلمؓ کے لشکر میں شامل ہو کر قصرِ امارات کا احاطہ کیے ہوئے تھے) فتنہ و فساد کے نتائجِ بد سے ڈرایا اور کہا: "اے کوفہ والو ! "اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور فتنہ و فساد کو نہ بھڑکاؤ اور امت کے اتحاد و اتفاق کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو اور اپنی جانوں پر شام کی فوج کو حملہ آور ہونے کیلئے مت آنے دو۔ جس کا ذائقہ تم چکھ چکے ہو"۔ (اخبار الطوال : ۳۵۲)

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ لوگ قصرِ امارت کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ انہی کے قریبی رشتہ دار اور دوست واحباب آآ کر ان کو ہٹانے اور واپس لے جانے لگے : "حتی تجیء المرأة الی ابنها و زوجها وأخیها فتعلق حتی یرجع "(حواله بالا)

۸۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت اور وصیت

الغرض چالیس ہزار کی فوجی جمعیت چند ساعتوں میں ایسی منتشر ہوئی کہ حضرت مسلمؓ اکیلے رہ گئے اور ایک عورت کے گھر

پناہ لی۔ مخبری ہونے پر جب پولیس گرفتار کرنے کے لئے گئی۔ تو حضرت مسلم بن عقیلؓ تلوار سونت کر میدان میں آگئے۔ بالآخر گرفتار کئے گئے۔ گورنر کوفہ اور رفقاء گورنر پر تلوار چلانے، قصر امارت پر لشکر کشی کرنے اور پولیس پر شمشیر زنی کرنے کی پاداش میں قتل کئے گئے...... انا للہ وانا الیہ راجعون

قتل کئے جانے سے قبل انہوں نے حضرت عمر بن سعد بن ابی وقاصؓ کو بوجہ قرابت وصیت کیہ

(۱) ایک ہزار دینار مجھ پر قرض ہے، ادا کر دینا۔ (۲) میری لاش کی تدفین کرنا۔ (۳) حضرت حسینؓ کو قاصد بھیج کر تمام حالات سے مطلع کرنا اور کہلوا دینا کہ یہاں آنے کا قصد نہ کریں۔ کیونکہ اہلِ کوفہ بڑے غدار ہیں۔ (اخبار الطوال : ۳۵۴)

عمر بن سعد نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کی وصیتوں کی پوری پوری تعمیل کی۔ چنانچہ علامہ ابنِ کثیر رقم فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسینؓ کو حضرت مسلمؓ کا پیغام پہنچانے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں کی۔ بلکہ عمر بن سعد کو مکمل اجازت دیدی۔ (البدایہ والنھایہ : ۸ / ۱۵۷)

۹۔ حضرت حسینؓ کی جانبِ کوفہ تیاری

جب حضرت حسینؓ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کا خط ملا تو آپؓ نے کوفہ کے لئے تیاری شروع کر دی۔ جب آپ کے ہمدردوں، بزرگوں، عزیزوں کو اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ حضرت حسینؓ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کے نتیجہ میں بجائے اتحادِ امت کے امت میں تفرقہ پڑے۔ بعض ثقہ مورخین نے انکی نصیحتوں کے فقرات بھی نقل کئے ہیں :

ملاحظہ کریں :

☆ حضرت ابو سعید الخدری : "غلبنی الحسین علی الخروج و قلت له: اتق الله فی نفسک و الزم بیتک و لاتخرج علی امامک "(البدایہ والنھایہ : ۸ / ۱۶۳)

ترجمہ : "مجھے حضرت حسینؓ نے اصرار کیا کہ میں بھی انکے ساتھ نکلوں، جبکہ میں نے انہیں کہا کہ اللہ سے اپنے بارے میں ڈریے، اپنے گھر میں ہی ٹھہریئے اور اپنے امام کے خلاف نہ نکلیں"

☆ حضرت ابو واقد لیثیؓ : "فناشدته الله أن لا یخرج فا نه یخرج فی غیر وجه خروج انما خرج یقتل نفسه"

ترجمہ : "میں نے انہیں اللہ کی قسم دے کر کہا کہ آپؓ خروج نہ کریں، اس لئے کہ جو بغیر وجہ کے خروج کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو قتل کرتا ہے"۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہؓ : "کلمت حسیناً فقلت له اتق الله ولاتضرب الناس بعضهم ببعض"

ترجمہ : "میں نے حضرت حسینؓ سے کہا: اللہ سے ڈریں اور لوگوں کو آپس میں نہ لڑائیں" (حوالہ مذکور)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے حضرت حسینؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا : قسم ہے اس وحدہ لاشریک کی کہ اگر میں سمجھتا کہ تمہارے بال اور گردن پکڑ کر روک لوں (یعنی دست و گریبان ہو جاؤں یہاں تک کہ لوگ ہمارا تماشہ دیکھیں) کہ تم میرا کہنا مان جاؤ گے تو میں ایسا ہی کرتا۔ (طبری : ۶ / ۲۱۷) تو حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ : "انک شیخ قد کبرت" "آپ سٹھیا گئے ہیں" (البدایہ والنھایہ : ۸ / ۱۶۴)

لیکن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو امت کے مفاد، بھتیجے کی محبت، انکی اور انکے اہل و عیال کی سلامتی کا خیال پریشان کئے ہوئے تھا۔ مجبوراً کہا : اے میرے پیارے بھتیجے !

" فان کنت سائر أ فلاتسر بأولادک و نسائک ، فوالله ! انی لخائف أن تقتل کما قتل عثمان ونساء ه وولده ینظرون ء الیه" (البدایہ والنھایہ :۸ / ۱۶۰۔ طبری : ۶ / ۲۱۷)

ترجمہ : " اگر آپ کو ضرور جانا ہی ہے تو اپنی خواتین اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جائیں۔ واللہ ! میں اس بات سے ڈرتا ہوں۔ کہ آپ کو اس طرح شہید کر دیا جائے جس طرح حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور آپؓ کی عورتیں اور بچے آپؓ کو دیکھ رہے تھے۔

☆ حضرت عمر بن حنفیہ : "جب حضرت حسینؓ کا کوفہ جانے کا پروگرام سنا تو زار و قطار رونے لگے"۔

مزید برآں روانگی کے وقت بعض نے : " استودعک من قتیل "اور بعض نے : "لولا الشناعة لامسکتک و منعتک بن الخروج "کہا۔

ان سب سے بڑھ کر حضرت حسینؓ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر نے متعدد بار روکا، جب حضرت حسینؓ باز نہ آئے تو اس نے حضرت حسینؓ کی ہمشیرہ زینب کو طلاق دے دی اور اپنا اکلوتا بیٹا علی الزینبی ان سے چھین لیا۔ لیکن حضرت حسینؓ عزیز و اقارب، اجلہ صحابہؓ اور دیگر ہمدردوں کے پند و نصائح کے .... ہمشیرہ کو طلاق اور دیگر امور کے باوجود بھی اپنے موقف پر اڑے رہے اور عازم کوفہ ہوئے۔

۱۰۔ ابن زیاد کے نام امیر یزید کا حکم نامہ

جب حضرت حسینؓ کی کوفہ روانگی کا علم یزید کو پہنچا تو اس نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا :

"حمد و صلوۃ کے بعد ..... مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ حضرت حسینؓ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں، سرحدی چوکیوں پر نگران مقرر کرو، جن سے بدگمانی ہو انہیں حراست میں لے لو، جن پر تہمت ہو انہیں گرفتار کر لو۔" ...."غیر ان لاتقتل الا من قتلک و اکتب الی فی کل مایحدث من خبر، و السلام"(طبری : ۶ / ۲۱۵۔ البدایہ والنھایہ :۸ / ۱۶۰)

یعنی : "جو خود تجھ سے جنگ نہ کرے اس سے تم بھی جنگ نہ کرو اور جو واقعہ پیش آئے اس کا حال مجھے لکھنا۔ والسلام"

بلکہ ناسخ التواریخ کے مولف نے لکھا ہے کہ ایک خط مروان کی طرف سے بھی ابن زیاد کو موصول ہوا جس میں مرقوم تھا :

"امابعد : فان الحسین بن علی قد توجه الیک و هوالحسین ابن فاطمة و فاطمه بنت رسول ﷺ وتالله ما احدیسلمه الله احب الینامن الحسین فایاک ان تهیج علی نفسک مالا [illegible] شیء و تنساه العامة ولاتدع ذکر ه أخر الدهر والسلام"(البدایه و النهایه: ۱۶۵/۸۔ ناسخ التواریخ مطبوعه [illegible] ۱۳۰۹ھ)

"امابعد : تمہیں معلوم ہے کہ حسین بن علیؓ تمہاری طرف روانہ ہو چکے ہیں [illegible] تمہیں معلوم ہی ہے [illegible] فاطمہ کے بیٹے ہیں اور فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہے۔ اللہ کی قسم [illegible] حسینؓ سے زیادہ (اللہ انہیں سلامت رکھے) کوئی شخص [illegible] و محبوب نہیں، خبردار ایسا نہ ہو کہ نفس کے ہیجان میں کوئی ایسا کام کر بیٹھو جس کے [illegible] تو امت فراموش نہ کر سکے [illegible] دنیا تک اس کا ذکر نہ بھولے اور قیامت تک اس کا تذکرہ ہوتا رہے"۔ (ملاحظہ ہو شیعہ مورخ مرزا محمد تقی سپہر کاشانی کی مشہور تالیف ناسخ التواریخ : کتاب دوم ۶ / ۲۱۲)

۱۱۔ اہل کوفہ کے نام حضرت حسینؓ کا خط

حضرت حسینؓ ۱۱ ذوالحجہ ۶۰ھ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے جب آپؓ بارہ منزلیں طے کر کے مقام الحاجر پہنچے تو آپؓ نے قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا کہ "بسم الله الرحمن الرحیم٥ من الحسین [illegible]

لاخوانه من المومنين والمسلمين سلام عليكم فانی احمد اليکم الله الذی لا اله الا هو امابعد
کتاب مسلم ... نی يحبرنی فيه بحق رأيکم ....الخ "

"میرے پاس مسلمؒ بن عقیل کا خط پہنچ چکا ہے۔جس میں انہوں نے مجھے اطلاع دی ہے۔کہ تم لوگ میرے متعلق اچھی رائے رکھتے ہو اور ہماری نصرت اور حق کے طلب پر متفق ہو۔اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد ... ئے اور تم لوگوں کو اس پر اجر عظیم دے ...... جب میرا قاصد پہنچے تو تم لوگ اپنے کام میں کوشش کرو، کیونکہ میں انہی دنوں میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (طبری : ۲ /۲۲۳۔البدایہ والنہایہ : ۸ /۱۶۸)

۱۲۔ شہادتِ مسلمؒ کی خبر حضرت حسینؓ کو ملی تو برادرانِ مسلمؒ جوشِ انتقام میں آگئے

جب آپؓ اکیس منازل طے کر کے یکم محرم الحرام ۶۱ھ کو زبالہ کے مقام پر پہنچے ۔تو آپ کو عمر بن سعد اور محمد بن اشعث کا پیغام ملا، کہ حضرت مسلم شہید ہو چکے ہیں ،آپ واپس لوٹ جائیں۔(اخبار الطّوال : ۳۱۰)

مرزا محمد تقی سپہر کاشانی رقمطراز ہیں کہ

"حضرت حسینؓ نے فرزندانِ عقیل کی جانب نظر ڈال کر کہا : اب رائے کیا ہے؟ انہوں نے کہا : "واللہ ہم سے جو کچھ بھی بن پڑے گا، ہم ان کے خون کا بدلہ لینے کی کوشش کریں گے ،یا پھر وہی شربت ہم بھی نوش کریں گے۔جو انہوں نے نوش کیا۔ آنحضرت (حسینؓ) نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بعد ہم کو بھی زندگانی کا کیا لطف رہے گا۔(ناسخ التواریخ کتاب دوم : ۶ /۳۱۶)

طبریؒ (۶ /۲۲۶) نے لکھا ہے کہ "شہادتِ مسلمؒ کی خبر سنتے ہی برادرانِ مسلم جوشِ انتقام میں اٹھ کھڑے ہوئے۔"

اور البدایہ والنہایہ میں ہے کہ

"ان بنی عقيل قالوا: و الله ! لا نرجع حتی ندرک ثأرنا او نذوق ماذاق اخونا" (البدایہ والنہایہ : ۸ /۱۶۹ ۔طبری : ۶ /۲۲۵)

"عقیل کے بیٹوں (مسلم کے بھائیوں) نے کہا : ہم اس وقت واپس نہ جائیں گے جب تک ہم انتقام نہ لے لیں یا ہم بھی اس موت کا مزہ چکھ لیں جو ہمارے بھائی نے چکھا"

خلاصۃ المصائب کے مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ نے ایک مبسوط خطبہ ارشاد فرمایا !جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ

"من احب منکم الانصراف فلينصرف فی غير حرج ليس عليه زمام" (خلاصۃ المصائب، مطبوعہ نولکشور ۵۶)

"جو تم میں سے واپس جانا چاہے، تو چلا جائے، اس پر کوئی حرج نہیں"

اور خود بھی حضرت حسینؓ نے واپسی کا ارادہ کر لیا جیسا کہ ایک شیعہ مورخ نے رقم کیا ہے :

"و اتصل به خبر مسلم فی الطريق فاراد الرجوع فامتنع بنو عقيل من ذلک(عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب ،مطبوعہ لکھنئو،طبع اول ۱۷۹)

"راستے میں مسلمؒ کے قتل کی خبر ملی تو حضرت حسینؓ نے واپسی کا ارادہ کیا، لیکن عقیل کے بیٹوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا"

گویا ان حواریوں کا جو حضرت حسینؓ پر ظاہراً جان قربان کرنے کے مدعی تھے مگر باطناً وہ حضرت حسینؓ کے خون کے پیاسے تھے۔اس ارادہ کی تبدیلی پر انہوں نے کہا کہ "انک و الله ماانت مثل مسلم بن عقيل ولوقد مت الکوفة لکان الناس اليک اسرع" (طبری : ۲۲۵/۶)

"واللہ ! آپؓ کی کیابات ہے!! کہاں مسلمؒ اور کہاں آپؓ ؟ آپؓ کوفہ میں قدم رکھیں گے۔ تو سب لوگ آپؓ کی طرف لپکیں گے"۔

حضرت حسینؓ نے اپنے سفر کا پھر آغاز کیا۔ جب آپؓ قادسیہ کے قریب پہنچے تو حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی تو حر بن یزید نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے ؟

تو آپؓ نے فرمایا: "اس (کوفہ) شہر کو جارہا ہوں"

تو حر نے کہا۔ اللہ کیلئے واپس لوٹ جایئے۔ وہاں آپؓ کے لئے کسی بہتری کی امید نہیں" اس پر آپ نے پھر واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ تو مگر مسلم بھائیوں نے کہا کہ،

"واللہ ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک ہم اپنا انتقام نہ لے لیں یا ہم سب قتل نہ کردئے جائیں"

تو آپؓ نے فرمایا "تمھارے بعد ہمیں بھی زندگی کا کوئی لطف نہیں" یہ کہہ کر آپؓ آگے بڑھے تو ابن زیاد کے لشکر کا ہراول دستہ سامنے آگیا تو آپ کربلا کی طرف پلٹ گئے۔ (طبری: ۶/۲۲۰)

۱۳۔ کوفہ کی بجائے شام کی طرف روانگی اور مقام کربلا پر رکاوٹ

عمدۃ الطالب کے مولف نے لکھا ہے:

" حضرت حسینؓ نے واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر فرزندان عقیل مانع ہوئے جب کوفہ کے قریب گئے تو حر بن یزید الریاحی سے مڈبھیڑ ہوئی اس نے کوفہ لے جانے کا ارادہ کیا تو آپؓ نے منع کیا اور ملک شام کی طرف مڑ گئے۔ تاکہ یزید بن معاویہ کے پاس چلے جائیں۔ لیکن جب آپؓ کربلا پہنچے تو آگے بڑھنے سے روک دیا گیا اور کوفہ لے جانے اور ابن زیاد کا حکم ماننے کیلئے کہا گیا۔ تو آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ اور ملک شام جانا پسند کیا (عمدۃ الطالب طبع اول لکھنو ۱۷۹)

جب آپؓ کو مقام کربلا پر روکا گیا تو آپ نے گورنر کوفہ کے افسروں کے سامنے تین شرطیں پیش کیں:

۱۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں واپس چلا جاؤں (۲) ممالک اسلامیہ کی سرحدوں پر چلا جاؤں

(۳) مجھے براہِ راست یزید بن معاویہ کے پاس جانے دو (طبری طبع بیروت: ۳/۲۳۵۔ تاریخ التواریخ: ۱۷۵)

شریف المرتضیٰ المتوفی ۴۳۶ھ رقم فرماتے ہیں کہ

"روی انه علیه السلام قال لعمر بن سعد اختار وامنی اما الرجوع الی مکان الذی اقبلت منه اوان اضع ید ی فی ید یزیدوهو ا بن عمی فیر ی فی رأیه واما اسیر الی ثغر من ثغور المسلمین فاکون رجلا من اهله"

(کتاب الشافی شریف المرتضیٰ المتوفی: ۴۳۶ھ ص ۴۷۱)

یعنی: "حضرت حسینؓ نے عمر بن سعد کے سامنے تین شرطیں پیش کیں۔ (۱) یعنی میں جہاں سے آیا، واپس چلا جاؤں (۲) براہ راست یزید کے پاس جانے دو، وہ میرا چچازاد بھائی ہے، وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرے گا (۳) یا مسلمانوں کی سرحد پر چلا جاؤں اور وہاں کا باشندہ بن جاؤں"۔

نیز: الامامة والسیاسته کے مولف نے بھی، "أن اضع یدی فی ید یزید" کا تذکرہ کیا ہے مزید تفصیل کے لئے البدایہ: ۸/۱۷۰۔ طبری: ۳/۲۳۵۔ اصابہ طبع مصر: ۱/۳۳۴۔ ابن اثیر طبع بیروت: ۳/۲۸۳۔ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر: ۴/۳۲۵ و ۴/۳۳۷) ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۔ حضرت حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع

حضرت حسینؓ کی تیسری شرط کی منظوری سے متعلق جو تحریر امیر لشکر حضرت عمر بن سعد نے گورنر کوفہ کو ارسال کی تھی

ناسخ التواریخ کے مولف نے اس کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے کہ

"أويأتي أمير المومنين يزيد بن معاوية فيضع يده في يد ه فيما بينه و بينه فيرى رأيه و في هذا لک رضي وللأمة صلاح" (ناسخ التواریخ کتاب دوم طبع ایران ۲۴۳)

"یا وہ امیر المومنین یزید بن معاویہ کے پاس چلے جائیں اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیں اس معاملے میں جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ اسکے بعد وہ اپنا فیصلہ کرے گا۔ اس میں تیری رضامندی اور امت کی بہبود ہے"۔

بہر حال حضرت حسینؓ کی پاکیزگی سرشت اور طہارتِ طینت تھی کہ انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا یہ وہ چیز تھی۔ جو اکابر علما اور عقلاء کے نزدیک حضرت حسینؓ کو ان احادیث کی زد سے بچا لے گئی۔ جن احادیث میں امارت قائمہ میں خروج کرنے والوں کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں :

" صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان روایت ہے کہ تمہارا نظم مملکت کسی ایک شخص کی سربراہی میں قائم ہو جائے تو اس وقت جو بھی جماعت میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرے اس کی گردن تلوار سے اڑا دو، چاہے وہ کوئی بھی ہو"۔

لیکن حضرت حسینؓ اس روایت کی زد میں نہیں آتے۔ کیونکہ انہیں تو اس وقت شہید کیا گیا جب انہوں نے اپنے موقف سے دست برداری دے کر یہ چاہا تھا کہ :"یا تو مجھے اپنے شہر واپس جانے دو، یا کسی سرحدی چوکی پر جانے دو، یا یزید کے پاس بھیج دو تا کہ میں اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دے دوں ......۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ حضرت حسینؓ نے خروج اور طلبِ خلافت کا خیال چھوڑ کر داخل فی الجماعۃ ہو گئے تھے۔ اور تفریق سے رجوع فرما لیا تھا۔ لہٰذا حریف پر لازم تھا کہ ان میں سے کوئی بات تسلیم کرتا اور قتل نہ کرتا، یہ باتیں تو ایسی تھیں، کہ اگر ایک معمولی آدمی بھی ان کا مطالبہ کرتا تو منظور کر لینا چاہیے تھا۔ تو حضرت حسینؓ جیسے معظم انسان کا مطالبہ کیوں نہ منظور کیا گیا؟ اور حضرت حسینؓ سے کمتر آدمی بھی ایسے معاملہ کے بعد اس کا مستحق نہ تھا۔ کہ اس کی راہ روکی جائے، چہ جائیکہ اسے قید یا قتل کیا جائے .... یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت حسینؓ مظلوم قتل کئے گئے اور وہ یقیناً شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ" (منہاج السنۃ : ۲/۲۵۶)

نیز طبری نے زہیر بن قیس کے اس وقت کے الفاظ نقل کئے ہیں جس وقت ان کا راستہ روکا جا رہا تھا، اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جا رہا تھا کہ : "فخلوا بين هذا الرجل و بين ابن عمه يزيد بن معاوية فلعمري ان يزيد ليرضى من طاعتكم بدون قتل الحسين "(طبری : ۲/۲۴۳)

"حضرت حسینؓ کو چچازاد بھائی یزید کے پاس جانے دو، اس کا راستہ مت روکو، میری جان کی قسم ! یزید تمہاری اطاعت گزاری سے قتلِ حسینؓ کے بغیر بھی راضی رہیں گے"۔

۱۵۔ جملہ معترضہ

یہی تیسری بات ہی مبنی بر حقیقت تھی، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جن امیدوں کے سہارے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا۔ وہ امیدیں ایک ایک کر کے دم توڑ چکی تھیں، اور آپؓ کی فہم و فراست جو کوفیوں کے خطوط کی بھر مار میں دب کر رہ گئی تھی۔ وہ تبدیلی حالات سے ابھر ابھر کر سامنے آچکی تھی۔ مگر..... گیا وقت ہاتھ آتا نہیں۔

دراصل فوج کا مطالبہ ہتھیاروں کی سپردگی کا اس بنا پر تھا، کہ آپ کو بحفاظت دمشق پہنچایا جائے اور آئینی تقاضا بھی یہی تھا۔ مگر آپؓ کو بھی اس بات کا اندیشہ تھا۔ کہ مکہ سے جو کوفی ہمراہ آئے ہیں۔ وہ کوئی نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ آپ وہ خطوط یزید کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے، اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اگر وہ خطوط یزید کے سامنے پیش کئے جاتے تو یہ خطوط بھیجنے والے مجرم گردانے

جاتے۔ یہی تکرار بالآخر جنگ وجدل کی صورت اختیار کر گئی، اور کوفیوں کی یہی گستاخی حضرت حسینؓ کا ہاتھ تلوار کے قبضے تک پہنچا گیا سبب بنی بد کردار کوفیحضرت حسینؓ کے مقام سے کب آشنا تھے؟ انہوں نے ہلہ بول دیا اور حضرت حسینؓ معہ چند اقربا شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۶۔ شہادتِ حسینؓ کا یزید پر اثر اور قاتل سے سلوک

شہادتِ حسینؓ کی خبر جب یزید تک پہنچی تو اسے بڑا دکھ ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ "بیدہ مندیل یمسح دموعہ "اس کے ہاتھ میں رومال تھا، جس سے وہ اپنے آنسو پونچھتا تھا۔ مزید تفصیل کے لئے خلاصۃ المصائب ۲۹۲ تا ۲۹۴ دیکھئے۔

اور جب شمر حضرت حسینؓ کا سر مبارک دربار یزید میں پیش کرتا اور یہ رجز پڑھتا ہے کہ

ے أفلا رکابی فضۃً و ذھباً قتلت خیر الخلق أمّا وأبا

کاش! میرے پائے رکاب سونے چاندی کے ہوتے، میں نے ماں اور باپ ہر دو لحاظ سے اعلیٰ ترین شخصیت کو قتل کیا ہے"۔

تو یزید انتہائی غصے کی حالت میں کہتا ہے کہ........... (خلاصۃ المصائب: ۳۰۴)

"اللہ تیرے رکاب کو آگ سے بھر دے، تیرے لئے بربادی ہو۔ جب تجھے معلوم تھا کہ حسینؓ خیر الخلق ہے۔ پھر تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ میری آنکھوں سے دور ہو جا"۔ بلکہ ناسخ التواریخ: ۲۶۹ میں ہے۔ کہ یزید نے شمر کو کہا:

"میری طرف سے تجھے کوئی انعام نہیں ملے گا" یہ سن کر شمر خائب و خاسر واپس ہوا اور اسی طرح وہ دین و دنیا سے بے نصیب رہا"۔ نیز اسی کتاب کے ص ۲۷۸ پر ہے کہ یزید نے کہا:

"اللہ تعالیٰ اسکو غارت کرے جس نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا"۔

طراز مذہب مظفری (ص ۴۵۶) میں ہے کہ یزید نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ ابن زیاد کو غارت کرے اس نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا اور مجھے دونوں جہاں میں رسوا کیا"۔

۱۷۔ شہادتِ حسینؓ کے بعد محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کی یزید سے ملاقات

واقعہ شہادتِ حسینؓ کے عرصہ بعد حضرت محمد بن حنفیہ دمشق تشریف لائے۔ تو یزید نے ان کے ساتھ اس طرح اظہار تاسف کیا اور تعزیت کی۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر یزید نے محمد بن حنفیہ کو ملاقات کیلئے بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر ان سے کہا:

"حسینؓ کی موت پر اللہ مجھے اور تمہیں اجر عطا فرمائے۔ واللہ! حسینؓ کا نقصان جتنا بھاری تمہارے لئے ہے اتنا ہی میرے لئے بھی ہے اور ان کی موت سے جتنی اذیت تمہیں ہوئی ہے اتنی ہی مجھے بھی ہوئی ہے۔ اگر ان کا معاملہ میرے ہاتھ میں سپرد ہوتا اور میں دیکھتا۔ کہ ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر اور اپنی آنکھیں دے کر ٹال سکتا ہوں۔ تو بلا مبالغہ دونوں کو ان کیلئے قربان کر دیتا:

تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اللہ تمہارا بھلا کرے اور حسینؓ پر رحم فرمائے اور انکے گناہوں کو معاف فرمائے یہ معلوم کر کے مجھے مسرت ہوئی ہے کہ ہمارا نقصان، تمہارا نقصان، ہماری محرومی، تمہاری محرومی ہے! حسینؓ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم ان و برا بھلا کہو اور ان [illegible] ت کرو۔ امیر المومنین میں درخواست کرتا ہوں کہ حسین کے بارہ میں کوئی ایسی بات نہ کیجئے جو مجھے ناگوار ہو"۔

تو یزید نے کہا: اے میرے چچیرے بھائی! میں حسینؓ کے متعلق کوئی ایسی بات نہیں کروں گا۔ جس سے تمہارا دل دکھے" (انساب الاشراف ازبلاذری: ج،۳)

۱۷۔ واقعہ کربلا اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ (۵۰۵ھ)

جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ یزید نے قتل حسینؓ کا حکم دیا تھا یا اس پر رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ اکابر، وزراء اور سلاطین میں سے جو جو اپنے اپنے زمانہ میں قتل ہوئے۔ اگر کوئی شخص ان کی یہ حقیقت معلوم کرنا چاہے، کہ قتل کا حکم کس نے دیا تھا؟ کون اس پر راضی تھا؟ اور کس نے اس کو ناپسند کیا؟ تو وہ اس پر قادر نہ ہوگا۔ کہ اس کی تہہ تک پہنچ سکے اگرچہ یہ قتل اسکے پڑوس میں، اسکے زمانہ میں، اور اس کی موجودگی میں ہی کیوں نہ ہوا ہو۔ تو اس واقعہ تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے۔ جو دور دراز شہروں، اور قدیم زمانہ میں گزار ہو۔ پس کیونکر اس واقعہ کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے۔ جس پر چار سو برس کی طویل مدت، بعید مقام میں گزر چکی ہو۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں شدید تعصب کی راہ اختیار کی گئی۔ اس وجہ سے اس واقعہ کے بارہ میں مختلف گروہوں کی طرف سے بکثرت روایتیں مروی ہیں۔ پس یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی حقیقت کا ہرگز پتہ نہیں چل سکتا اور حقیقت تعصب کے پردوں میں روپوش ہے۔ تو پھر ہر مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا واجب ہے۔ جہاں حسن ظن کے قرائن ممکن ہوں.........الخ

(وفیات الاعیان لابن خلکان بذیل ترجمہ الکیا الہراسی : ۴۶۰)

آپ ابو حامد الغزالیؒ ۵۰۵ھ کے آخری فقرہ **فهذا الامر لايعلم حقيقته اصلاً** پر غور فرمائیں۔ جو انہوں نے آج سے نو سو سال پہلے سپردِ قلم کیا تھا۔ جبکہ اس وقت بھی واقعہ کی صورت کاذبہ کی تصویر کشی کیلئے وضعی روایات کا انبار موجود تھا۔

۱۸۔ واقعہ کربلا سے متعلق ایک شیعہ مورخ کے تاثرات

واقعہ کربلا سے متعلق ایک مشہور شیعہ مورخ جناب شاکر حسین امروہی کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیں: فرماتے ہیں، کہ "صدہا باتیں طبع زاد تراشی" گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی۔ رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی، کہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا۔ ابو مخنف لوط ابن یحییٰ ازدی کربلا میں خود موجود نہ تھا۔ اس لئے یہ سب واقعات انہوں نے سماعی لکھے ہیں۔ لہذا "مقتل ابو مخنف" پر پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں، اور ان سے صاف پایا جاتا ہے، کہ خود ابو مخنف واقعات کو جمع کرنے والا نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ مختصر یہ کہ شہادت حضرتِ حسینؓ کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلاف سے پر ہیں۔ کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے۔ تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ اکثر واقعات مثلاً :

☆ اہلِ بیت تین شبانہ روز پانی بند رہنا، ☆ فوجِ مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا ☆ شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سر مبارک جدا کرنا ☆ آپؓ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا ☆ نعش مبارک کا سم اسپاں کئے جانا
☆ سرا دقات اہل بیت کی غارت گری ☆ نبی زادیوں کی چادریں تک چھین کر رعب جمانا وغیرہ وغیرہ بہت ہی مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں۔

حالانکہ ان میں سے بعض غلط، بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔ (مجاہد اعظم : ۷۸ مولف جناب شاکر حسین امروہی)

دوسرے مقام پر رقم فرماتے ہیں کہ

"ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بعض واقعات جو نہایت مشہور اور سینکڑوں برس سینیوں اور شیعوں میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔ سرے سے بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ ہم اس کو بھی مانتے ہیں۔ کہ طبقہ علماء کے بڑے ارا کین : مفسرین ہوں یا محدثین، مورخین ہوں یا دوسرے مصنفین، متقدمین ہوں یا متاخرین ان کو یکے بعد دیگرے بلا سوچے سمجھے نقل کرتے آئے ہیں۔ اور ان کی صحت وغیرِ صحت کو معیارِ اصول پر نہیں جانچا۔ اس تساہل و تسامح کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلط اور بے بنیاد قصے عوام خواص کے اذھان و قلوب میں ایسے راسخ اور استوار ہو گئے کہ اب ان کا انکار گویا کہ بدیہیات کا انکار ہے (شاکر حسین امروہی کی کتاب مجاہد اعظم : ۱۶۴)

محترم قارئین! اب سانحہ کربلا کی تصویر

ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے جسے بڑھا دیا ہے یونہی زیبِ داستان کیلئے

کی مصداق بن گئی۔ اللہ کریم تمام مسلمانوں کو حق سمجھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۹۔ سالار فوج "مغفور لھم" کون تھا؟

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت یزید بن ابی سفیان (حضرت معاویہ کے بھائی)، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت خالد بن ولیدؓ اور دیگر امراء کو جہادِ شام پر متعین کیا۔ انہوں شام و فلسطین وغیرہ کو فتح کیا۔ اور رومیوں کو عبرتناک شکستیں دیں۔ حضرت یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو ان کی جگہ پر مقرر کیا گیا انہوں نے دور فاروقیؓ اور دور عثمانیؓ میں رومیوں کو بری و بحری شکستیں دیں۔ لیکن مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر ابھی تک پیشقدمی نہیں کی گئی تھی۔ اور شجاعان عرب رومی نصرانیت کے صدر مقام قسطنطنیہ کے فتح کرنے کا خیال اس وقت سے دل میں بٹھائے ہوئے تھے۔ جب سے انہوں نے ملک شام کو فتح کیا تھا۔

چنانچہ حاضر العالم الاسلامی ص ۲۱۴ پر مرقوم ہے:

"ان العرب منذ فتحوا الشام فكرو افى فتح القسطنطنية لأنها كانت لذلک العهد عاصمة النصر انية وكان الاسلام لو فتحها غلب على شمالى أور با بلا نزاع"

"شجاعانِ عرب شام کو فتح کرنے کے وقت سے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی فکر میں تھے۔ کیونکہ اس دور میں قسطنطنیہ نصرانیت کا دار الحکومت تھا اور اگر قسطنطنیہ فتح ہو جاتا۔ تو اسلام بلا نزاع شمالی یورپ میں غلبہ حاصل کر لیتا،

لیکن صفین کی خانہ جنگی نے حضرت امیر معاویہؓ کی رومی نصرانیت کے خلاف سرگرمیوں کو ملتوی کر دیا۔ ۴۱ھ میں جب حضرت امیر معاویہؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو متعدد سالوں کی جدو جہد سے انہوں نے جہازوں کا بیڑا تیار کیا، یہ سب سے پہلا جنگی بیڑا تھا۔ ۴۹ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے جہادِ قسطنطنیہ کیلئے بری و بحری حملوں کا انتظام کیا۔ فوج میں شامی عرب بالخصوص بنو کلب اور ان کے علاوہ حجازی اور قریشی غازیوں کا دستہ بھی تھا۔ اوز اس میں صحابہ کرامؓ کی جماعت بھی تھی۔ اس فوج کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے۔ یہ وہی لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا جس کی بشارت سید الانبیاء ﷺ نے بایں الفاظ دی تھی کہ

"اول جيش من أمتى يغزون مدينة قيصر مغفور لهم" (صحیح بخاری : ۱ /۴۱۰)

ترجمہ : "میری امت کی پہلی فوج جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گی انکے لیے مغفرت ہے"۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں رقمطراز ہیں کہ "قال المهلب فى هذا الحديث منقبة لمعا وية لأنه أول من غزاالبحر وولده يزيد لا نه من غزا مدينه قيصر" (فتح الباری : ۶ /۱۰۲)

اس حدیث کے بارہ میں (محدث) مہلبؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت امیر معاویہؓ کی منقبت میں ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے بحری جہاد کا آغاز کیا اور اسکے فرزند یزید کی منقبت میں ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ قسطلانیؒ شارح بخاری مدینۃ قیصر کی تشریح فرماتے ہیں :

"اس سے مراد رومی سلطنت کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے اور صحیح بخاری زیر حدیث اول جیش........الخ کے حاشیہ پر لکھا ہے

" کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویه ومعه جماعة من الصحابة کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وا بی ایوب الانصاری رضی الله عنهم اجمعین"۔

"مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے پہلے حملہ کرنے والے یزید بن معاویہ تھے اور انکے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت تھی جیسے ابن عمر، ابن عباس، عبداللہ بن زبیر، اور ابوایوب انصاری" (قسطلانی طبع بیروت : ۵ / ۱۰۴)

اور قسطلانی میں ہے کہ "واستدل به المهلب علی ثبوت خلافة یزید وأنه من أهل الجنة"۔

"اس سے محدث مہلبؒ نے یزید کی خلافت پر استدلال کیا ہے اور یہ کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں : "وقد ثبت فی صحیح البخاری عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال أول جیش یغزوا القسطنطنیة مغفور لهم و أول جیش غزا ها کان امیر هم یزید والجیش عدد معین لا مطلق و شمول المغفرة لأ حاد هذا الجیش أقوی .... و یقال أن یزید انماغز االقسطنطنیة لأجل ذلک هذاالحدیث....الخ"

"صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ کو جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ پہلا لشکر جس نے اس کے خلاف جہاد کیا، اس کا امیر یزید تھا۔ لشکر کی تعداد معین ہوتی ہے نہ کہ غیر محدود، اور مغفرت میں لشکر کے ایک ایک آدمی کا شامل ہونا زیادہ قوی بات ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بات بھی کہی ہے کہ یزید کے قسطنطنیہ پر جہاد میں جانے کی غرض بھی نبی اکرم ﷺ کا یہی فرمان ہے۔" تفصیل کے لئے منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ مطبوعہ ۱۳۹۶ھ : ۲ / ۲۵۲) (المنتقی من منہاج اعتدال فی نقض کلام الرفض والاعتزال مطبوعہ ۱۳۷۶ھ ص ۲۹۰) ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرے مقام پر رقم فرماتے ہیں :

"جب یزید نے اپنے باپ معاویہؓ کے زمانے میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو اسکی فوج میں حضرت ابوایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی شریک تھے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی فوج تھی۔ جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی فوج میری امت کی جو قسطنطنیہ پر حملہ کرے گی وہ مغفور ہوگی" (حسین ویزید مطبوعہ کلکتہ ۲۸ منہاج السنہ مطبوعہ مصر : ۲ / ۲۴۵)

ایک اور مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

"اول جیش یغزو ا القسطنطنیة مغفور له واول جیش غزا ها کان امیر هم یزید بن معاویة وکان معه ابوایوب الانصا ری و توفی هناک و قبره هناک الآن" (منہاج السنہ، مطبوعہ ۱۳۹۶ھ : ۲ / ۲۴۵-۲۵۲) فتاوی شیخ الاسلام مطبوعہ ۱۳۸۱ھ ۳ / ۴۱۴، ۴۷۵-۴ / ۴۸۶) البدایہ والنھایہ مطبوعہ : ۱۳۹۸ھ : ۶ / ۲۲۳۔ ص ۵۹۔ ص ۸۱۔ ۸ / ۲۲۹)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے : "فانه کان امیر ذالک الجیش بالاتفاق"
"کہ وہ متفقہ طور پر اس لشکر کا امیر تھا" (فتح الباری : ۱۱ / ۹۲)
مشہور شیعہ مورخ المسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے :

"وقد حاصر القسطنطنیة فی الاسلام من هذا العدوة ثلاثه امراء : آبائهم ملوک و خلفاء ،أولهم یزید بن معاویة بن ابی سفیان والثانی مسلمة بن عبدالملک بن مروان والثالث هارون الرشید بن المهدی" (التنبیہ والاشراف مطبوعہ لندن ۱۸۹۴ء ص ۱۴۰)

یعنی : "اسلامی دور میں اس ساحلِ بحر سے چل کر تین امرائے جیوش اسلام نے (جن کے آباؤ اجداد خلیفہ و بادشاہ تھے) قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا، سب سے اول یزید بن معاویہ بن ابی سفیان دوسرے مسلمہ بن عبد الملک بن مروان اور تیسرے ہارون الرشید تھے"

ان حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے کہ جس حدیث میں قسطنطنیہ پر حملہ آور فوج کو مغفرت کی بشارت ہے ان کے امیر بالاتفاق یزید بن معاویہؓ تھے اور اس لشکر میں حضرت حسینؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ شامل تھے۔ اگر پہلا حملہ ۴۶ھ میں زیرِ قیادت حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ حصول مغفرت کی اس سعادت سے کیوں محروم رہے ؟ .... اور پھر ۸۰ سال سے متجاوز عمر میں یزید بن معاویہ کے لشکر میں کیوں شمولیت کی ؟ اور ارضِ روم کے قریب ہی بیمار ہوئے اور یزید ان کی تیمارداری کرتا تھا۔ (اصابہ : ۱ / ۴۰۵)

اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وصیت کے مطابق یزید بن معاویہ نے انکی نماز جنازہ پڑھائی۔ (البدایہ : ۸ / ۵۸)

اور الاستیعاب میں ہے :"وکان ابو ایوب الانصاری مع علی بن ابی طالب فی حروب کلها ثم مات بالقسطنطنیته فی بلادالروم فی زمن معاویه کانت غزاته تحت رأیة یزید بن معاویه وهوکان امیر هم یو مئذ" (ص ۱۵۷)

ترجمہ : "حضرت ابو ایوب انصاریؓ تمام جنگوں میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ پھر انکی وفات حضرت معاویہؓ کے زمانے میں رومیوں کے ملک قسطنطنیہ میں ہوئی انکا جہاد یزید بن معاویہ کے جھنڈے تلے تھا۔ جو اس وقت انکا امیر تھا۔"

روض الانف میں ہے کہ یزید بن معاویہ کی قیادت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا۔ تو حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات ہوئی اور انہوں نے یزید بن معاویہ کو وصیت کی تھی۔ کہ مجھے بلاد روم کے بہت ہی قریب دفن کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان کی وصیت کے پیش نظر انہیں بلاد روم کے قریب دفن کر دیا۔ جب رومیوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا : یہ تم کیا کر رہے ہو ؟ تو یزید بن معاویہؓ نے جواب دیا کہ ہم پیغمبر اعظم ﷺ کے جلیل القدر صحابی کو دفن کر رہے ہیں"۔ تو رومیوں نے کہا : تم کس قدر احمق ہو، کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ ہم تمہارے جانے کے بعد اس کی قبر کھود کر اس کی ہڈیاں بھی جلا دیں گے۔ تو یزید بن معاویہ یہ الفاظ برداشت نہ کر سکا۔ للکار کر کہا : واللہ العظیم ! اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھو سر زمین عرب میں جس قدر گرجے ہیں۔ ہم ان کو گرا دیں گے اور تمہاری جتنی قبریں ہیں ہم ان کو اکھاڑ دیں گے۔ یہ جواب سن کر رومیوں نے اپنے دین کی قسمیں کھائیں اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر کی حفاظت و احترام کا عہد کیا (ملاحظہ ہو روض الانف شرح ابن ہشام لامام سہیلی طبع قدیم : ۲ / ۲۴۶)

۲۰ شیعہ مورخین نے بھی یزید کی سپہ سالاری کو تسلیم کیا ہے !

اغانی شیعہ رقمطراز ہے :

"جب قیصر روم نے لاش نکال کر جلا دینے کی بات کہی تو یزید یہ توہین آمیز الفاظ سن کر برداشت نہ کر سکا فوراً رومیوں پر دھاوا بول دیا اور لشکر کو ادھر ادھر پھیر کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ رومیوں کو شکست دے کر شہر کے اندر محصور کر دیا اور قسطنطنیہ کے

دروازے کو لوہے کی گرز سے ضربیں لگائیں ان ضربوں کی وجہ سے دروازہ جگہ جگہ سے پھٹ گیا۔(اغانی شیعہ :١٦ / ٣٣)

بلکہ عقد الفرید میں ہے کہ "جس وقت قیصر روم نے یہ الفاظ کہے تو اس وقت امیر یزید نے رومیوں کو للکارا اور کہا :

"لئن بلغني انه نُبِش من قبره أول مُثّل به ماتركت بارض العرب نصرانياً الا قتلته ولا كنيسةً الا هدمتها "

(عقد الفريد مطبوعه مصر ١٣٣/٢) (مطلب وہی ہے جو گزر چکا ہے)

امیر یزید کے یہ الفاظ بلا تغیر واختلاف ،الاستیعاب : ٢ / ٨ ٢٣ ، تاریخ التواریخ : ٦ / ٢ ۴ ۴ کتاب دوم پر بھی موجود ہیں۔کیا پورے لشکر اور سالار لشکر کی موجودگی میں ایسے الفاظ کوئی معمولی سپاہی یا عہدیدار کہہ سکتا ہے ؟..... ہرگز نہیں جبکہ ان الفاظ میں ایک سالار لشکر کا طنطنہ اور رعب ودبدبہ کار فرما ہے!

نیز مشہور شیعہ مورخ سید امیر علی نے ہسٹری آف سیریز مطبوعہ لندن ١٩٨١ء ص ٨۴ پر ،ابن جریر طبری نے تاریخ الامم والملوک :۴ / ٣ ۷ ١ پر ،المسعودی نے التنبیہ والاشراف :١۴٠ پر ،ابوالعلی شاہ محمد کبیر شاہ داناپوری نے تذکرہ الکرام مطبوعہ لکھنؤ ٢۷٦ پر اور محرم نامہ :١١٦ پر تفصیلاً جہادِ قسطنطنیہ کے واقعات لکھے ہیں اور امیر یزید کی سپہ سالاری کو تسلیم کیا ہے۔ان شیعہ سنی مورخوں اور مصنفوں کے علاوہ عیسائی مصنفین میں سے پروفیسر ہٹی نے تاریخ عرب میں ،ایڈورگبن نے تاریخ عروج وزوال رومۃ الکبری :٢٨٦ پر اور بزنطین ایمپائر کے ص ٠ ۷ ١ پر امیر یزید کی سپہ سالاری کو تسلیم کیا ہے۔

٢١۔ مقام یزید بن معاویہؒ........امام احمد بن حنبلؒ کی نظر میں

امام احمد بن حنبلؒ سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ "وقال احمد بن حنبل : لا ينبغي ان يروى عنه"

(خطبات بخاری : ٣٨٥) کہ "یزید بن معاویہ سے روایت نہ لی جائے........"

امام احمد بن حنبلؒ کا دین اور پرہیزگاری میں بڑا بلند مقام ہے اور روایا تقبول کرنے میں بڑی احتیاط کرتے ہیں۔بنا بریں امام احمد بن حنبل کی مستند کتاب سے یزید بن معاویہ کی روایت کو نقل کرونیا ہی یزید کی ثقاہت کے لئے کافی ہے انہوں نے اپنی کتاب الزہد میں یزید بن معاویہ کا قول نقل کیا ہے کہ یزید اپنے خطبہ میں کہا کرتا تھا.................(اس روایت کو قاضی ابو بکر ابن العربی نے اپنی مایہ ناز کتاب العواصم من القواصم میں بھی درج کیا ہے)

"جب تم میں سے کوئی آدمی بیمار ہو کر قریب المرگ ہو جائے اور پھر تندرست ہو جائے تو وہ غور کرے اسکا جو افضل ترین عمل ہو۔اس کو لازم پکڑے پھر اپنے کسی بدترین عمل کو دیکھے تو اسے چھوڑ دے"۔

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یزید کا مقام امام احمد بن حنبل کی نگاہ میں بہت بلند تھا یہاںتک کہ اس (یزید بن معاویہؒ) کو آپ نے ان زاہد صحابہ اور تابعین میں شمار کیا جن کے اقوال کی پیروی کی جاتی ہے جن کے وعظ سے لوگ گناہ چھوڑتے ہیں ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے یزید کو صحابہ میں درج کیا ہے اور پھر اس کے بعد تابعین کا تذکرہ ہے یہ بات کہاں ؟ اور ان مورخین کا قول کہاں ؟ جو یزید کی طرف شراب نوشی اور فسق وفجور منسوب کرتے ہیں کیا وہ شرم نہیں کرتے ؟ اور جب اللہ نے ان سے شرم وحیا کو چھین لیا ہے تو تم ہی نصیحت حاصل کرو اور فضلائے امت میں سے علماء اور بزرگ لوگوں کی پیروی کرو اور ان بے دین اور پاگل انسانوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کر رکھا ہے یہ لوگوں کیلئے بیان ہے اور متقی لوگوں کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے اور سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔(ملاحظہ ہو العواصم من القواصم (اردو) قاضی ابو بکر بن العربی ٣ ۴ ۵ھ ترجمہ مولانا محمد سلیمان کیلانی ناشر ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ گوجرانوالہ ص ۷ ١ ٣ ،العواصم من القواصم مطبوعہ ٣٩٥ ١ھ ص ٢٣٣)۔

هذا ماعندى والله اعلم بالصواب